سواری پر محو سفر تھا، پھر وہ اس سے چھوٹ گئی جبکہ اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی تھا، وہ اس کے پانے سے مایوس ہوگیا۔ اب وہ مایوسی کے عالم میں ایک درخت کے پاس آکر لیٹ گیا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اچانک اس نے اپنی سواری کو اپنے قریب ہی دیکھ لیا، تو اس نے اس کی لگام تھام لی، پھر شدید ترین خوشی کے عالم میں (شکر کرتے ہوئے) اس نے کہا: ''اے اللہ! آپ میرا بندہ اور میں آپ کا رب ہوں۔'' دراصل بیحد خوشی کی وجہ سے لفظ غلط نکل گیا۔''

{13}: توبہ دل میں نور پیدا کر کے اسے چمکانے کا ذریعہ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''إنَ العبدَ إذا أخطأ نُكِتَتْ في قلبِهِ نكتةٌ سوداءُ، فإنْ هو نزعَ واستغفرَ وتابَ صقلَ قلبُه، وإن عادَ زِيدَ فيها، حتى تعلوَ قلبَه، وهو ''الران'' الذي ذكر اللّٰهُ تعالىٰ: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ [سورة المطففين ١٤، أحمد والترمذي وابن ماجه وحسنه الألباني] ''یقیناً بندہ جب غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ اس سے باز آئے اور توبہ کر لے، تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوبارہ گناہ کرے، تو اس کی سیاہی بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ ''زنگ'' ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے: ﴿ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کی بدکرداری کا زنگ لگ چکا ہے۔﴾''

پس میرے پیارے بھائی!

ہر عقل مند شخص کے لیے زیبا ہے کہ اس قدر فضیلت اور ایسا ثمرہ والا عمل جلد از جلد انجام دے۔

قَدِّمْ لِنَفْسِكَ تَوْبَةً مَرْجُوَّةً	اپنی ذات کے لیے امید افزا توبہ پیش کرو
قَبْلَ الْمَمَاتِ وَقَبْلَ حَبْسِ الْإِنْسَانِ	موت سے پہلے اور انسان کے قید ہونے سے پہلے
بَادِرْ بِهَا غَلْقَ النُّفُوْسِ فَإِنَّهَا	جانوں کے بند ہونے سے پہلے اس میں جلدی کر بیشک یہ
ذُخْرٌ وَغُنْمٌ لِلْمُنِيْبِ الْمُحْسِنِ	رجوع کرنے والے نیکوکار کے لیے ذخیرہ اور غنیمت ہے

(جاری ہے)

سوانح علمائے اہلحدیث

مؤرخ شہیر مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ

ولادت: 1925ء - وفات: 2015ء

عبدالرحیم روزی

آہ! مولانا اسحاق بھٹیؒ بھی چل بسے۔ وہ شخصیت جو ہمیشہ سینکڑوں، ہزاروں دوسرے عظماء کے سوانح لکھتی رہی۔ آج اتنی ہی تعداد میں عقیدت مند ان کے سوانح لکھ رہے ہیں۔ صرف اہلحدیث نہیں، دوسرے مکاتب فکر کے قلمکار حضرات بھی پیش پیش ہیں؛ کیونکہ مولانا بھٹی مرحوم کی علمی خدمات اہلحدیث حلقہ تک محدود نہیں تھیں۔ وہ بلاتفریق مذہب اکابرین کے حالات لکھتے اور اچھے اوصاف پر داد دیتے تھے۔ ﴿کونوا قوامین بالقسط﴾ کی عملی تفسیر تھے۔ وہ چھلکتا پانی تھا، جو ایک گلاس میں سمو نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک لا ساحل سمندر تھا جس سے ہر ایک کو فیضان حاصل تھا۔

مولانا مرحوم طویل عمر پا کر 22 دسمبر 2015ء کو لاہور میں انتقال کر گئے ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ اور آبائی علاقہ جڑانوالہ کی نواحی بستی منصور پور ڈھیسیاں میں ابدی نیند سو گئے۔

چونکہ آپ کا احسان بلتستان تک پھیلا ہوا ہے۔ لہٰذا اصولِ قرآنی ﴿هل جزاءُ الإحسانِ إلا الإحسانُ﴾ کے مطابق آپ کا کچھ قرض چکانے کے لیے کچھ سطور لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو کہ آپ کی ہمہ جہت حیات مبارکہ کے صرف چند پہلوؤں سے متعلق ہے۔ وگرنہ کہاں وہ مؤلف علام اور کہاں مجھ جیسا ہیچ مدان "وأين الثرىٰ من الثريا؟!"

1925ء کو ریاست پٹیالہ میں پیدا اور کوٹ کپورہ (مشرقی پنجاب) میں پرورش پانے والا محمد اسحاق بھٹی کچھ سال کم ایک صدی ہمارے درمیان رہ کر جب بچھڑ گئے تو ہر آنکھ اشکبار، ہر دل بے قرار، اور اپنے و بیگانے سب اس کے اعلیٰ وارفع مقام کا اقرار کرنے لگے۔ اپنے بیان کے مطابق آپ کوئی علمی وادبی خاندان سے تعلق رکھنے والے نہ تھے، اس کے باوجود تادم آخر ادب وصحافت اور تصنیف وتاریخ میں ابن خلدونِ وقت رہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، حافظ محمد گوندلویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ جیسے اساطین علم سے خوشہ چینی کی۔ 1945ء میں "پرجا منڈل" (عوامی پارٹی) تنظیم میں حصہ لے کر سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ اس کے صدر گیانی ذیل سنگھ اور جنرل سیکرٹری ہمارے مولانا صاحبؒ تھے۔ ریاست فرید کوٹ کے پرجا منڈل کا یہی صدر بعد میں بھارت کا صدر

منتخب ہوا۔ اس وابستگی نے جیل بھی پہنچایا۔ اور اسی سیاسی رشتے کی وجہ سے پنڈت جواہر لعل نہرو سے ملاقات بھی ہوئی۔

مولانا آزادؒ سے بھی ملاقات کی، جنھوں نے تقسیم ملک کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے مصائب سے دوچار ہونے کے خدشے سے آگاہ کیا۔ مولاناؒ نے کہا: میں نے لیاقت علی خان سے کہا تھا کہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو تسلیم نہ کرو، پورے بنگال اور پورے آسام کے مطالبے پر قائم رہو۔ مگر لیاقت خان آگے بات منوا نہ سکے۔

سردار پٹیل سے بھی ملے۔ سردار عبدالرب نشتر سے بھی ملاقات کی۔

13 اگست 1947ء کو بھٹی مرحوم دہلی سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان پہنچ کر ''الاعتصام'' میں بطور مدیر معاون، پھر مدیر تحریر کام کیا۔

ایک تعلیم یافتہ شخص کی شجرہ قصوری خاندان میں غلطی کرنے پر آٹھ روز میں اس خاندان پر ایک کتاب لکھی، مولانا سید داؤد غزنویؒ کی خدمت میں پندرہ سال گزارے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ارشادات سنے، سید مودودیؒ سے ملاقات رہی۔ شیخ عبداللہ الملقب شیر کشمیر، مولانا محمد حسین مدنیؒ، ممتاز دولتانہ، مولانا غلام رسول مہرؒ، ابوالحسن علی ندویؒ، سید سلیمان ندویؒ، عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ، مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ سے ملے۔

مولانا بھٹی مرحوم کے ذریعے مسلک اہلحدیث اور بہت اونچی شخصیات کے تراجم محفوظ ہو گئے۔

بندہ جب کلاس میں استاد عبدالرشید ندویؒ کی زبانی سنتا کہ اہلحدیثوں میں کوئی مؤرخ نہیں، خود غزنوی خاندان کے حالات غزنویوں یا کسی اہلحدیث نے قلمبند نہیں کیے؛ بلکہ ''نزہۃ الخواطر'' میں پڑھنے کو ملیں گے۔ بندہ خود کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اور جو کر سکتا تھا تو یہی تھا کہ اندر ہی اندر خوب رنجیدہ ہوتا رہے؛ لیکن جب مولانا بھٹی مرحوم نے اپنی تصانیف کثیرہ میں ان خوابوں کو تعبیر دی، تو اب نہ صرف کڑھنا ختم ہو گیا، بلکہ بے قراری میں قرار آیا۔

آپؒ کی بعض تصانیف یہ ہیں: الفہرست از ابن الندیم، برصغیر پاک ہند میں علم فقہ، فقہائے ہند، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، بزم ارجمندان، نقوشِ عظمتِ رفتہ، کاروان سلفؒ، قافلہ حدیثؒ، برصغیر میں اہلحدیث خدامُ القرآن، دبستان حدیث وغیرہ۔

سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر شریف میں برکت دی تھی۔ اور آپ مبارک للعالمین تھے۔ آپ گزرتے وقت سے خوب فائدہ لینے کے قائل تھے۔ جو کہ دین اسلام کی زریں ہدایات وتعلیمات کا حصہ بھی ہے۔

راقم کو آپ سے صرف ایک بار شرف ملاقات وسماع حاصل ہوئی۔ سال 2005ء میں جامعہ لاہور اسلامیہ میں

ایک علمی سیمینار میں راقم اور ساتھی عبدالوہاب خان، مولانا محمد اسماعیل عبداللہ وغیرہ سامعین میں شامل تھے۔ لیکچر دینے والے سکالرز میں مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا عبدالستار حماد، مولانا یٰسین ظفر، حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالرحمٰن مدنی، پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم، ڈاکٹر عبدالرؤف، ڈاکٹر عبدالرشید اظہر، مولانا مسعود عالم، قاری احمد تھانوی، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی اور مولانا بھٹی مرحوم وغیرہ تھے۔

سانولے رنگ، میانہ داڑھی اور ہلکے پھلکے لباس میں ملبوس یہ شخص مولانا اسحاق بھٹی تھے۔ کوئی کروفرقسم کے بالکل نہ تھے۔ آپ کو کافی عرصہ قبل ہفت روزہ الاعتصام، اہلحدیث، علم وآگہی وغیرہ مجلّات کے ذریعے غائبانہ جانتا تھا، جو کہ اب سامنے ہی جلوہ افروز تھے۔ اور شرکاء آپ کو سننے کے لیے بے تاب۔

آپ نے ظریفانہ انداز میں پہلے سامعین پر جادو کا اثر کیا۔ اس کے بعد "**الدعوة السلفية ودعاتها على مر العصور**" پر لیکچر دینا شروع کیا؛ مگر گھوم پھر کر ہندوستان کی طرف آیا۔ غلام علی بلگرامی، علامہ بلاذری، ابن کثیر، یعقوبی اور چچ نامہ کے حوالے سے کہا کہ پرانے زمانے سے ہندوستان اور عربوں کے درمیان گہرے مراسم تھے۔ یہاں سے **مهنّد** (ہندی تلوار)، **فِلفِل** (مرچ)، **قرنفل** (لونگ)، ہیل عرب میں پہنچائے جاتے تھے۔ یہ اسماء اور **زنجبیل** (ادرک)، جائفل، نارجیل، لیموں، ہندی زبانوں کے معرّب الفاظ ہیں۔ عود ہندی، قسط ہندی، تمر ہندی تو واضح ہیں۔

پھر برصغیر میں صحابہ کرامؓ وغیرہ کی دعوتی وجہادی تگ وتاز کا تذکرہ کیا جو کہ آپ کی تالیف ''برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ نے کہا: ''روپڑیوں، لکھویوں اور غزنویوں نے اپنے خاندان پر نہیں لکھا جن پر فقیر نے رقم کیا ہے۔ اگر کوئی اپنے گھر کے متعلق نہ جانتا ہو، تو دوسرا کیا جانے؛ وہ گوشہ گمنامی میں چلا جائے گا۔ اہلحدیث کا یہی المیہ ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ وتابعینؒ وغیرہ یہ کہہ کر چپ سادھ لیتے کہ برادر! ہم نے کیا کیا ہے کچھ نہیں کیا۔ رہنے دوان باتوں کو!...... پھر تو آج کوئی لائبریری ہوتی، نہ مدارس وعلماء ہوتے۔

فرمایا کہ میری یادداشت کے مطابق لاہور میں اہلحدیث کی صرف چار مساجد تھیں: چینیاں والی، لسھوڑے والی، مسجد مبارک اور مغل پورہ کی مسجد۔ اب ۵۰۰ سے زائد ہیں۔ فرمایا کہ تاریخ نویسی کے دوران بہت سے احباب نے میرے خطوط کا جواب تک نہ دیا، حالانکہ زبانی وعدہ بھی کیا تھا۔

آپ بڑھاپے کے باوجود اپنی تصنیفات میں مطلوبہ معلومات کی فراہمی کے لیے خطوط لکھتے تھے۔ بندہ کے نام ہی

چار خطوط تحریر فرمائے۔ جن میں آپ نے مجلۃ التراث کی توصیف وتعریف کرتے ہوئے لکھا: ''میں انہیں پڑھ کر خوب متأثر ہوا ہوں۔ آپ حضرات بڑی محنت اور دلچسپی سے مجلّہ مرتب کرتے ہیں۔ میں اس کے مندرجات سے اپنی علمی استطاعت کے مطابق استفادہ کرتا ہوں اور آپ کو دعائیں دیتا ہوں۔''

آپ نے بندہ سے ''برصغیر میں اہلحدیث خدّام القرآن'' اور ''دبستان حدیث'' کتابوں کے لیے مواد طلب کیا، تو بندہ نے حاجی خلیل الرحمٰن بلغاریؒ اور شیخ الحدیث عبدالرشید ندویؒ کی خدمات جو کہ مجلۃ التراث میں شائع ہو چکی تھیں، ارسال کیا؛ تو بذریعہ مکتوب شکریہ کے ساتھ خوب دعائیں دیں۔ اور مذکورہ مؤلفات میں شائع کیے، جس پر بندہ کی خوشی دیدنی تھی۔ آپ مجلّہ التراث کے باقاعدہ قاری تھے۔ اور قیمتی تبصروں سے نوازتے تھے۔

جب بندہ نے ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر اور اشاعة التوحید جلد ۲۰ قبل از تقسیم ملک کے متعلق دریافت کیا تو بروقت بذریعہ خط وکتابت اطلاع دی کہ میرے پاس تو نہیں۔ یہ شمارے الاعتصام، مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا ضیاء اللہ کھوکھرؒ گوجرانولہ کی لائبریریوں میں مل سکتے ہیں۔

مولانا بھٹیؒ کے بارے میں غیر اہلحدیث دوستوں کے تأثرات: ہمارے مولانا کا حلقہ ارادت وسیع تھا۔ جب آپ کی وفات پر غمزدہ دوست احباب نے آپ کے حیات مستعار کے مختلف گوشوں پر خامہ فرسائی کی، تو آپ کے ایسے مخفی پہلو سامنے آتے گئے، جن سے بندہ ناواقف تھا:

۱۔ مولانا عبدالقیوم حقانی سرپرست ماہنامہ القاسم (نوشہرہ) شمارہ ۳ مارچ ۲۰۱۶ء میں ''وفیات'' کے عنوان کے تحت مولانا بھٹی کے ساتھ اپنی عقیدت ووابستگی کا محبت بھرے الفاظ میں یوں اظہار کرتے ہیں:

''مولانا محمد اسحاق بھٹی ایک ممتاز متکلم، ایک مضطرب مفکر، دیدہ ور ادیب، محقق ومؤرخ، سوانح نگار، خاکہ نویس، ملک بھر کے معروف ومحبوب مصنف، قابل قدر ترجمانِ دین اور بلند پایہ ومایہ ناز صاحب قلم تھے۔ انسان موت کے بعد فراموش کر دیے جاتے ہیں؛ لیکن بعض اس مرتبے کے ہوتے ہیں کہ ان کی یاد لمحے بھر کو بھی دل سے محو نہیں ہوتی اور زندگی کے ہر موڑ پر ان کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔ ایسی ہی عالی مرتبت شخصیتوں میں مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ بھی تھے۔ برصغیر کے علمی، ادبی، تاریخی اور مطالعاتی حلقوں میں تمام اکابر آپ کی فکر ونظر، علم ودانش، تبحر علمی، حسن اخلاق، شفقت ومحبت اور علمی مقام ومرتبہ کے معترف رہے۔ وہ دھن اور ارادے کے پکے اور علمی آدمی تھے۔

وہ جس کام میں لگ جاتے اس میں تن، من، دھن کی بازی لگا دیتے۔ وہ بے لاگ اور کھرے تھے۔ حق کے

معاملے میں کسی قسم کی رعایت نہ کرتے ،جس بات کو غلط سمجھتے اس کی برملا تردید کرتے ۔شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے قریبی دوست اور بے تکلف ساتھی تھے۔''

۲۔ ادیب وصحافی صاحب زادہ خورشید گیلانی بریلوی مرحوم اپنی کتاب ''رشکِ زمانہ لوگ'' میں بھٹی مرحوم کے متعلق رقمطراز ہیں:

جنہوں نے بھٹی صاحب کو دیکھا ہے یا ان سے ملاقات کی ہے ان کی تین باتیں انہیں ورطہ حیرت میں ڈالتی ہیں: ایک یہ کہ وہ ریاست فرید کوٹ کے سکہ بند پنجابی ہیں۔ دوسری یہ کہ وہ مولانا ہیں۔اور تیسری یہ کہ وہ مسلک کے اعتبار سے باعمل اہلحدیث ہیں؛لیکن اردو اتنی صاف اور سلیس لکھتے ہیں کہ ان پر اہل زبان ہونے کا گمان گزرتا ہے۔کہیں گرہ نہیں،اغلاق نہیں،آورد اور عیب نہیں۔اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مولانا تو پکے ہیں،یعنی صحیح معنوں میں عالم،قرآن وحدیث،سیرت،تاریخ وفقہ پر عبور؛مگر عبا پوش ہیں نہ دستار بند،نہ تسبیح بدست اور نہ صافہ بداماں،نہ لوٹا ساتھ رکھتے ہیں اور نہ عصا ہاتھ میں تھامتے ہیں۔خوبصورت داڑھی،عام شہریوں جیسا لباس اور سادہ میں دوسرے محلہ داروں کی طرح رہائش اور بود و باش۔ان کے ماتھے پر علم کی خشونت نام کو نہیں۔آواز بھاری ضرور ہے،مگر اس پر درشتی طاری نہیں ہونے دیتے۔ہر لاحقے سابقے کے بغیر صرف اپنے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔

اور تیسری بات ان کا اہلحدیث ہونا: وہ نماز میں رفع الیدین کرتے ،آمین بالجہر کہتے ہیں اور فاتحہ خلف الامام پڑھتے ہیں؛مگر نہ کسی حنفی سے الجھتے ہیں اور نہ لڑتے ہیں۔وہ اپنے مسلک کے پابند ہیں،کسی تنظیم کے دعوے دار نہیں۔ انہیں مل کر ہر ایک کو یہی احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک وضع دار،بردبار،روادار شخص سے ملے ہیں۔نہ تکبر نہ غرور اور نہ تصنع،نہ نفور؛ورنہ جتنا علمی کام وہ کر چکے ہیں،اگر کوئی اس کا بیسواں حصہ بھی کر لے تو وہ رازی وغزالی کو اپنے پاس بٹھانا تو دور کی بات ہے پھٹکنے بھی نہ دے۔اور ایک جہازی سائز کا اشتہار صرف اپنے القاب وخطاب کے لیے وقف کردے۔ مولانا اسحاق بھٹی بلند مقام کے تو ہیں؛مگر رہے گمنام کہ یہی اچھے لوگوں کا خاصہ ہے۔'' [ماہنامہ محدث دسمبر ۲۰۱۵ء]

۳۔ نامور ادیب ومصنف مشفق خواجہ کے الفاظ میں......

شخصیات پر لکھنے والا آپ سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے۔آپ لکھتے نہیں،کارمسیحائی فرماتے ہیں۔جسے مردوں کو چلتے پھرتے دیکھنا ہو،وہ آپ (بھٹی) کے مضامین پڑھ لے۔آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے ''کسی'' کسی منتخب روزگار شخصیات کو دیکھا،وہ لوگ بھی کم خوش نصیب نہیں جو آپ کے توسط سے یعنی آپ کے مضامین پڑھ کر ان

شخصیات کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ میں بھی ایسے خوش نصیبوں میں شامل ہوں۔[حوالہ سابقہ]

مولانا بھٹی نے غیر معمولی حجم کے کام کیسے کیے؟: مولانا بھٹی مرحوم ایک ہی شخص نے اتنے وسیع کام کیونکر کیے۔ حالانکہ آپ کے پاس کوئی وسائل نقل وحمل یا کوئی اکیڈیمی نہ تھی جن کی مدد سے اتنے بڑے کام کیے جاسکیں۔

راقم کے خیال میں اس کے پس منظر میں بعض درج ذیل اسباب ووجوہات ہیں:

۱۔ للّٰہیت، اور خدمتِ دین کا بے پناہ جذبہ وتڑپ، اسلافؒ کے ساتھ محبت وعقیدت جو ان تصانیف کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی۔ عربی مقولہ ہے: "مَن أحبَّ شيئًا أكثرَ ذكرَه" اگر کسی میں جذبہ اور آگے بڑھنے کا عزم مردہ ہو جائے وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔

۲۔ برصغیر کی مختلف بڑی شخصیات اور شاہ بلوط قسم کے اساطین علم وسیاست سے گہرے روابط وتعلقات جن کی گہری چھاپ آپ پر پڑ گئی۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا اور اس کا رنگ پکڑتا ہے۔ مولانا نے اہل علم سے اپنے انداز وپسند کا رنگ جذب کرلیا۔

۳۔ بلند اہداف واغراض کا درست تعین، اولیات وترجیحات کی تشکیل وانتخاب کرنے میں آپ مکمل طور پر کامیاب ہوئے۔ اسی میں اکثر شکست کھاتے ہیں۔ اور اس کا ادراک اس وقت ہوتا ہے جب عمر عزیز کا اچھا خاصا حصہ گزر چکا ہوتا ہے۔

۴۔ ناقابل تسخیر عزم وولولہ کے ساتھ وقت کا صحیح معنوں اور جگہوں میں منظم استعمال۔ آپ نے اسے اسلامی روایات وتعلیمات کی روشنی میں صرف کیا، اور کاٹتی تلوار کی طرح گزر جانے والے اوقات کو بہ نسبے بہتر کاموں میں لاکر ضائع ہونے سے بچالیا۔ اسلافؒ نے جو غیر معمولی تصنیفی، جہادی، عمرانی کام کیے، اسی ادراک کا نتیجہ ہے۔

۵۔ جہد مسلسل اور محنت شاقہ کے نتیجے میں ملنے والے پھل کے میٹھا ہونے پر یقین حاصل ہونا۔ ناکامی کی جڑ یہ ہے کہ بہت سے لوگ آرام طلب ہوتے ہیں۔ اور کاہلی وتساہل کے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔ یہی چیز زہر ہلاہل ہے۔

۶۔ فروتنی، وانکساری کو اوڑھنا بچھونا بنانا اور نخوت وتکبر، گھمنڈ، باطل کے پندار، کروفر کو خاطر میں نہ لانا۔ مولانا مرحوم سستی کاہلی کے الفاظ کو جانتے ہی نہیں تھے، بھول کر بھی قریب نہ آنے دیتے۔ کیونکہ نخوت واستکبار انسان کو دھوکہ کے سائے میں بٹھائے رکھتا ہے۔

کوئی خوبی ہو تو دشمن بھی کرے گا اعتراف صرف کر و فر سے مل سکتا نہیں اونچا مقام

۷۔ تعصب وعناد کی عینک کو اتار پھینکا اور اعتدال وتوسط کے منہج کو اختیار کیا۔ خوبی جس میں دیکھی اسے